بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ اوّل

"صَدَقَ اللہُ العَظِیم"؟

"حکمتِ قرآن" کے نومبر اور دسمبر ۱۹۸۹ء کے شماروں میں "صدق اللہ العظیم، علماءِ قرآن کے لیے ایک لمحۂ فکریہ" کے عنوان سے محمّدی مسجد چاندنی چوک، ناظم آباد، کراچی کے خطیب سیّد عبدالرؤف صاحب کا ایک مضمون دو اقساط میں شائع ہُوا تھا۔ یہ مضمون کراچی سے ہمارے ایک قابلِ احترام اور بزرگ ساتھی نے ارسال کیا تھا۔ مضمون نگار کے علمی مقام کے پیشِ نظر ہمارے محترم بزرگ کی تاکید تھی کہ اسے ضرور شائع کیا جائے۔ اس مضمون میں تلاوتِ قرآنِ حکیم کے اختتام پر تواتر کے ساتھ کہے جانے والے الفاظ "صَدَقَ اللہُ العَظِیم" کے بارے میں معمول سے ہٹ کر ایک نقطۂ نظر پیش کیا گیا تھا اور اگرچہ اس میں انتہاپسندی کی شدّت موجود تھی تاہم چونکہ فاضل مضمون نگار نے اپنا موقف خالص علمی انداز میں پیش کیا تھا۔ لہٰذا اسے بالکلیہ نظر انداز کر دینا بھی ہمارے لیے آسان نہ تھا۔ اور چونکہ، جیسا کہ قارئینِ "حکمتِ قرآن" بھی جانتے ہیں کہ، یہ پرچہ محض "دعوت رجوع الی القرآن" کا نقیب و ترجمان ہی نہیں ایک خالص علمی رسالہ بھی ہے، جو آغاز ہی سے اپنے دامن میں ادارۂ حکمتِ قرآن کے نقطۂ نظر اور طرزِ خیال سے کسی قدر متصادم اور مخالف نقطۂ نگاہ پر مشتمل مضامین کو بھی سمونے کی گنجائش لیے ہوئے ہے، لہٰذا ہم نے سیّد عبدالرؤف صاحب کے مضمون کو "نقطۂ نظر" کے زیرِ عنوان شائع کر دیا۔ اِس لیے کہ "نقطۂ نظر" کا عنوان اس بات کا غمّاز ہوتا ہے کہ اس عنوان کے تحت پیش کیے جانے والے مقالات و مضامین کے تمام مندرجات سے ادارے کو اتفاق نہیں ہے بلکہ اس عنوان کے بین السّطور اہلِ علم حضرات کے لیے یہ دعوت موجود ہوتی ہے کہ اُن کی جانب سے اگر اس نقطۂ نظر کے مخالف کوئی نقطۂ نظر علمی انداز میں پیش کیا جائے گا تو ہم اسے خوش آمدید کہیں گے ـــ لیکن ہمیں قطعاً اندازہ نہ تھا کہ اس مضمون کی اشاعت ہمارے عام قارئین میں تشویش ہی نہیں کرب و اذیّت پیدا کرنے کا باعث ہوگی۔ ہمیں

افسوس ہے کہ ہمارے بہت سے قارئین کو اس صورتِ حال سے دوچار ہونا پڑا۔

اِس مضمون کا علمی محاکمہ کو تو اہلِ علم حضرات ہی کو زیب دیتا ہے تاہم اِس ضمن میں ہماری جانب سے حسبِ ذیل معروضات پیشِ خدمت ہیں:

(۱) ہماری رائے میں فاضل مضمون نگار کا پیش کردہ نقطۂ نظر انتہا پسندانہ ہے۔ موصوف کو جو جامعہ کراچی میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں، چونکہ اِس معاملے میں ایک ناخوشگوار تجربہ ہوا تھا کہ دَورانِ لیکچر ایک مرتبہ ایک طالب علم نے انہیں قرآنی آیات کی تلاوت کے اختتام پر "صدق اللہ العظیم" نہ کہنے پر اِن الفاظ میں ٹوکا کہ "آپ ایک آیت چھوڑ گئے ہیں"۔ لہٰذا اِس معاملے میں اُن کا احساس بہت شدید ہے۔ اُن کے ذہن میں یہ خیال جڑ پکڑ گیا ہے کہ چونکہ علماء و قراء نے اختتامِ تلاوت پر صدق اللہ العظیم کہنا اپنا معمول بنالیا ہے لہٰذا اس تواترِ عمل نے عام لوگوں کے ذہنوں میں یہ مغالطہ پیدا کر دیا ہے کہ شاید یہ الفاظ بھی قرآن کا مستقل حصّہ ہیں، اور اختتامِ تلاوت پر اِن الفاظ کا ادا کرنا لازمی و لابدی ہے۔ فاضل مضمون نگار کے جوہرِ اندیشہ کی گرمی کا یہ مظہر ہے کہ وہ اِس مغالطے کو رفع کرنے کی کوشش میں دوسری انتہا تک جا پہنچے کہ محض اختتامِ تلاوت صدق اللہ العظیم کہنے کو بدعت و گمراہی قرار دے دیا۔

(۲) یہ درست ہے کہ "صدق اللہ العظیم" کو تلاوتِ قرآن کا مستقل حصّہ سمجھنا اور اسے آیتِ قرآنی خیال کرنا کم علمی بلکہ گمراہی ہے اور اِس گمراہی کی نشاندہی کرنا اور لوگوں کی غلط فہمی دُور کرنا کارِ ثواب ہے لیکن اس گمراہی کا شکار ہمارے معاشرے میں معدودے چند افراد ہی ہوں گے۔ چنانچہ یہ جانتے ہوئے کہ یہ الفاظ تلاوتِ قرآن کا مستقل اور لازمی حصّہ نہیں ہیں اگر اِن الفاظ کو محض اختتامِ تلاوت کی علامت کے طور پر زبان سے ادا کر لیا جائے تو ہماری دانست میں اِس میں کوئی قباحت نہیں ہے ——— اِس لیے کہ یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ اہلِ عرب دَورانِ خطاب یا تقریر بالعموم جب بھی کسی آیت کا حوالہ دیتے ہیں تو آیت کے آخر میں 'صدق اللہ العظیم' ضرور کہتے ہیں اور یہ اِس بات کی علامت ہوتی ہے کہ قرآن کے الفاظ یہاں مکمل ہوتے اب آگے مقرر کے اپنے الفاظ ہیں۔ اس لیے کہ اگر وہ 'صدق اللہ العظیم' کے الفاظ نہ کہیں تو چونکہ پوری تقریر عربی زبان ہی میں ہو رہی ہوتی ہے لہٰذا اس بات کا احتمال موجود رہتا ہے کہ سننے والا یہ امتیاز نہ کر سکے کہ کہاں کلامُ اللہ کے الفاظ ختم ہوئے اور کہاں سے مقرر کی اپنی بات شروع ہوئی! چنانچہ اہلِ عرب کی پیروی

میں اگر ہم عجمی لوگ بھی تلاوت کے اختتام پر "صدق اللہ العظیم" کہہ دیا کریں تو اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی، اس صراحت کے ساتھ کہ اسے سورت کا حصہ یا اس کے پڑھنے کو لازمی و ناگزیر نہ سمجھا جائے۔

(۳) تیسری اور اہم ترین بات یہ کہ اگر فاضل مقالہ نگار کا یہ موقف درست تسلیم کر بھی لیا جائے کہ دورِ نبویؐ اور دورِ صحابہؓ میں "صدق اللہ العظیم" کہنے کا کوئی سراغ نہیں ملتا، تب بھی یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ اس معاملے کو اب تعاملِ اُمت کا درجہ حاصل ہو چکا ہے۔ مغربِ بعید میں مراکش اور ماریطانیہ سے لے کر مشرقِ بعید میں انڈونیشیا اور ملائشیا تک جملہ علماء و قرّاء اختتامِ تلاوت پر "صَدَقَ اللّٰہُ العظیم" کہنے پر اس طور سے 'عامل' ہیں کہ ہماری دانست میں اسے "غیر سبیل المومنین" میں شمار کرنا صریحاً غیر مناسب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "اِنَّ اُمَّتِی لَا تَجْتَمِعُ عَلٰی ضَلَالَۃٍ"[۱] (ابن ماجہ، کتاب الفتن)، کہ "میری امت کبھی گمراہی وضلالت پر جمع نہیں ہوگی۔" اگر فاضل مضمون نگار کی یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ یہ معاملہ گمراہی اور ضلالت کے ضمن میں آتا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا فرمان پر آنچ آتی ہے۔ اس لیے کہ فی الحقیقت آج پوری اُمت اِس پر عامل ہے۔ چنانچہ جیسے رکوعوں اور پاروں کی تقسیم دورِ صحابہؓ میں موجود نہیں تھی بلکہ یہ بعد کا اضافہ ہے اور اسے پوری امّت میں قبولِ عام حاصل ہوا ہے، اسی طرح اختتامِ تلاوت پر 'صدق اللہ العظیم' کہنا بھی اُمت میں قبولِ عام کا درجہ رکھتا ہے لہٰذا فاضل مضمون نگار کا اسے 'غیر سبیل المومنین' میں شمار کر کے اس پر بدعت و گمراہی کا حکم لگانا ہمارے نزدیک درست نہیں ہے۔

ہمیں امید ہے کہ ہماری اِس وضاحت سے 'حکمتِ قرآن' کے عام قارئین کا اضطراب

---

۱ اسی کے ہم مضمون ایک حدیث امام ابو داؤدؒ نے بروایت حضرت ابومالک الاشعریؓ اپنی کتاب کے باب الفتن میں بھی نقل فرمائی ہے۔ پوری حدیث یوں ہے: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنّ اللہ اجارکم من ثلاث خلالٍ: ان لا یَدعُوَ علیکم نَبِیُّکُم فَتَہْلِکُوا جَمِیعًا، وَاَنْ لَا یَظْھَرَ اَھْلُ الْبَاطِلِ عَلٰی اَھْلِ الْحَقِّ وَاَنْ لَا تَجْتَمِعُوا عَلَی الضَّلَالَۃِ۔"

رفع ہو گیا ہو گا۔ تاہم اُن تمام قارئین سے جو اِس نوع کے مضامین کی اشاعت سے بے چینی محسوس کرتے ہیں، ہماری درخواست ہے کہ وہ اِس قسم کے اختلافی نقطۂ نظر کے حامل علمی مضامین کے مطالعے کے لیے بھی اپنے ذہن کے دریچے کشادہ رکھیں۔ دیکھیے ہمیں یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ زیرِ بحث مضمون کی اشاعت سے ہمارے بعض ساتھیوں کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا ہے۔

اس پوری بحث سے جو باتیں نکھر کر سامنے آتی ہیں، اُن کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے :

(i) تلاوتِ قرآن کے اختتام پر کہے جانے والے الفاظ، 'صدق اللہ العظیم' آیاتِ قرآنیہ کا جزو نہیں ہوتے بلکہ یہ اضافی الفاظ ہیں جو محض اختتامِ تلاوت کی علامت کے طور پر پڑھے جاتے ہیں اور چونکہ قرآنِ حکیم دراصل فطرتِ انسانی کا ترجمان ہے اور اس کی ہر ہر آیت پر بندۂ مومن کے دل کی گہرائیوں سے یہ آواز اُبھرتی ہے کہ اللہ نے بالکل سچ کہا ہے، لہٰذا اختتامِ تلاوت کی علامت کے طور پر 'صدق اللہ العظیم' کے الفاظ بڑے موزوں اور برمحل معلوم ہوتے ہیں۔

(ii) ان الفاظ کو آیاتِ قرآنیہ کا حصّہ سمجھنا لاعلمی اور گمراہی ہے۔

(iii) تلاوتِ قرآن کے اختتام پر ہمیشہ 'صدق اللہ العظیم' کہنا ہرگز لازمی و لابدی نہیں ہے۔ بلکہ کبھی کبھی اسے ترک کر دینا مستحسن ہو گا۔ اِس لیے کہ سنّتِ نبویؐ میں اس کا ثبوت بہرحال ہمیں نہیں ملتا تاہم چونکہ یہ چیز اب تعاملِ اُمت میں شامل ہے لہٰذا اسے بدعت و گمراہی قرار دینا بھی درست نہیں ہے۔

(iv) اِس امر کے اظہار کے لیے کہ یہ الفاظ قرآن کا حصّہ نہیں ہیں، اسے قرأتِ قرآن سے مختلف لہجے میں پڑھنا بہتر ہو گا۔ یعنی جس لحن اور لہجے میں آپ قرآنی آیات کی تلاوت کرتے ہیں، 'صدق اللہ العظیم' کا اُس لہجے میں نہ پڑھنا زیادہ مناسب ہو گا تاکہ یہ فرق نمایاں رہے کہ یہ الفاظ آیاتِ قرآنیہ کا جزو نہیں بلکہ اُن سے جُدا ہیں۔

اللّٰھم ارنا الحق حقًّا وّ ارزقنا اتّباعہٗ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہٗ (آمین)

اِس سال مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیرِ اہتمام سالانہ محاضراتِ قرآنی کا انعقاد ان شاء اللہ العزیز ۱۹ تا ۲۳ مارچ ہو گا۔ انہی دنوں یعنی ۱۹ تا ۲۳ مارچ تنظیمِ اسلامی کا پندرھواں سالانہ اجتماع بھی منعقد ہو گا۔ محاضرات کے لیے شام کے اوقات معیّن رہیں گے جبکہ تنظیمِ اسلامی کے پروگرام صبح کے اوقات میں ہوں گے۔ ان دونوں پروگراموں کی تفاصیل شمارۂ ہٰذا کے کور کے اندرونی صفحات پر دیکھی جا سکتی ہیں۔ ■